Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 4.94
ISSN No. 2456-1665

Indian Freedom Movement and Urdu Poetry

اردو زبان و ادب اور تحریک آزادی

مقالہ نگار: ڈاکٹر قریشی عتیق احمد
اسوسیٹ پروفیسر وصدر شعبۂ اردو
آرٹس،سائنس وکامرس کالج بدناپور ضلع
جالنہ

زبان و ادب کی پیداوار بنی نوع انسان کی سماجی ضرورت کا نتیجہ ہے۔ہندوستان رنگارنگ تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ یہ ملک قدیم تہذیب وتمدن کی نعمت سے مالامال رہاہے۔صوفیوں اور سنتوں نے اس زمین میں محبت، اخوت ،بھائی چارہ اور قومی یکجہتی کی جو شمع روشن کی تھی۔وہ روشنی آج بھی اس سرزمیں کو منور کئے ہوئے ہے۔اردو ایک مخلوط زبان ہے۔ اس میں شیرینی ہے حلاوت ہے۔ ملائمت ہے۔ یہ دلوں کو جوڑنے والی زبان ہے ۔ اسی لئے تو ڈاکٹر مہتاب عالم کہہ اٹھتے ہیں:

کوئی چمن کئی جنت نشاں نہیں ہوتا
اگر اس زمیں پہ ہندوستان نہیں ہوتا

ہندوستان میں اردو زبان کا وجود ہوا۔یہ اس ملک کی واحد زبان ہے جو ہر طبقے کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں معاون ثابت ہوئی ہے۔ اس نے ہمیشہ مغربی سامراجیت کی مخالفانہ جذبات کو پروان چڑھانے کی کوشش کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے لیکن اس کے پایۂ استقامت میں جنبش نہیں آئی۔اس نے محبت کے گیت بھی گائے،انگریزوں کی بنیادو کو ہلادینے والا نعرہ انقلاب بھی دیا۔18 ویں اور 19 ویں صدی کے دوران کے مختلف ممالک کے عوام اپنے طریقے سے انقلابی جدوجہد میں مصروف تھے۔ہندوستان میں پہلی مسلح تحریک سے برطانوی حکومت کی چولیں ڈھیلی پڑچکی تھیں۔

ادب کے حوالے سے بار بار یہ سوالات اٹھتے رہے ہیں کہ ادب اپنی نوعیت کے اعتبار سے کیا ہے؟ کیا ادب محض ذوق جمال کی تسکین کا ذریعہ ہے یا ادب معاشرتی اقدار اور ہم عصر مسائل کا عکاس ہے۔ لیکن جس ادب کی تخلیق سیاسی وسماجی حالات کو سامنے رکھ کر کی گئی ہو اس ادب کو تاریخ کے بنیادی مآخذ میں شمار کیا جاسکتاہے۔ہندوستان کی جنگ آزادی کے حوالے جب ہم اردو ادب کا جائزہ لیناچاہتے ہیں تو دراصل ہم اس ادب سے یہی تقاضا کرتے ہیں کہ

اس ادب میں اس عظیم سانحے اور واقعے کو توسط سے بھی کچھ موجود ہونا چاہئے۔ گویا ہم بالواسطہ ادب سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ادب کو اپنے زمانے اور عہد کا نہ صرف عکاس ہونا چاہئے بلکہ اسے بے دریغ نقاد بھی ہونا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ ہمارا ادب در اصل ہماری اپنی ذہنی اور فکری زندگی کا عکاس ہوتا ہے ہمارا معاشرہ جس قدرتی ترقی یافتہ، دوراندیش اور پیچیدہ ہوگا، ادب بھی اتنا ہی پیچیدہ اور ترقی یافتہ ہوگا۔ لیکن اس پس منظر میں جب ہم اردو ادب کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اردو زبان وادب نے وطن کے سپاہیوں کے دوش بدوش اس تحریک آزادی میں حصہ لیا ہے۔

ہندوستان کی جد وجہد آزادی میں اردو کے ادیبوں اور شاعروں نے بھرپور حصہ لیا۔ اردو ادب کی تمام اصناف میں اس اہم تاریخ کے حوالے موجود ہیں۔ کہیں بہت ہی واشگاف انداز میں ہیں تو کہیں محض اشاروں اور کنایوں میں ہیں لیکن یہ رمزیاتی تحریریں بھی بخوبی عہد کے حالات کے غماز ہیں۔

خطوط، مضامین، کہانیاں، منظومات کے علاوہ صحافت کا رول رہا ہے۔ اردو ادب کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ اس واقعے نے ایک طرف ملک کا سارا انظام بدل ڈالا تو دوسری جانب خود ہندوستانیوں پر عرصہ ءحیات تنگ کر دیا۔ صدیوں سے بنی لمحوں میں مسمار کر دیا۔ مشرقی تہذیب پر مغربی یلغار نے دانشوروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، عیسائیت کو حکومت کی سرپرستی میں فروغ دینے کی منضبط کوششوں نے ایک نیا محاذ کھول دیا، وہ جو دوسروں کی کفالت کرتے تھے، اب خود ہی دووقت کی روٹی کے لئے محتاج ہوگئے، انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی اس لئے انہیں یہ خدشہ تھا کہ اگر یہ دوبارہ متحد ہوگئے تو ہم سے نہ صرف حکومت چھین لے گے بلکہ ہمارا نام ونشان بھی مٹا دیں گے۔ اس لئے ان کا One Point پروگرام تھا کہ انہیں نفسیاتی اعتبار سے اتنا کمزور کر دو کہ یہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکیں۔ اسی منصوبے کے تحت انہوں نے مذہبی منافرت کا بھی سہارا لیا اور ہر محاذ پر خواہ وہ سیاسی ہو یا علمی انہیں محروم کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ وہ محب وطن جو وطن پر اپنی جان ومال کی بھی پراوہ نہیں کر رہے تھے ایسے جاں نثاروں کو ایسی عبرت ناک سزائیں دیں کہ دیکھنے والے ان کی مخالفت کی سوچ بھی نہ سکے۔ ایسے ماحول میں جو کام اردو کے دانشوروں، ادیبوں، شاعروں، صحافیوں نے اور علمائے کرام نے کیا، ان تفصیلات سے قبل جملہ معترضہ کے طور پر یہ ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ آج ادب کے طالب علم اپنے اسلاف کے ان کارناموں کو پڑھ کر فخر محسوس کرتے ہیں، لیکن جب ان سے پوچھا جائے کہ چند ایک کے نام بتایئے تو۔۔۔ تحریک آزادی کے حوالے سے اردو ادب کا ذخیرہ بہت ہی دقیع ہے مگر المیہ یہ ہے کہ خود اپنا سرمایہ ہم اپنے ہاتھوں سے ضائع کر رہے ہیں۔ ۱۸۶۰ء ہی میں ”فغان دہلی“ کے نام سے شاعری کا مجموعہ سامنے آیا جس میں بیشتر ایسے شاعروں کا کلام ہے جو خود اس جنگ میں عملی طور پر شریک رہے۔ ” الہ آباد میں شورش کے موقعے پر جو اشتہار بنام شاہ اودھ اور دیگر مقامات قرب وجوار میں

مشتہر کئے گئے تھے ان میں سے دو پنڈت کنہیالال نے محاربہ عظیم (صفحہ نمبر ۳۰۰) میں نقل کیا ہے، یہ دونوں اشتہار اردو میں ہیں۔ ایک نثر میں اور ایک نظم میں'' یہ اشتہار کچھ اس طرح تھا۔

واسطے دین کے لڑنا نہ پئے طمع بلاد　　　اہل اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد
بارہ سو برس بعد آئی یہ دولت آ گے　　　حیف اس دولتِ بیدار سے مومن بھاگے
بات ہم کام کی کہتے ہیں سنو اے یارو　　　وقت آیا ہے کہ تلوار کو بڑھ کر مارو

(بحوالہ ہندوستان کی جنگ آزادی اور اردو شاعری)

دہلی کے لٹ جانے کا منظر مومن خاں مومن نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بے اختیار مثنوی جہاد لکھ دی جس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

سعادت ہے جو جانفشانی کرے　　　یہاں اور وہاں کامرانی کرے
عجب وقت ہے یہ جو ہمت کرے　　　حیاتِ ابد ہے جو اس دم مرے
الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب　　　یہ افضل سے افضل عبادت نصیب

آزادی کی اس طویل جنگ میں اردو کے شعراء و ادباء نے جو کردار نبھایا اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اٹھارہویں صدی کے اواخر ہی سے اس رجحان کی جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں۔ ہندوستان کی تحریک آزادی سے اردو زبان و ادب کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ مگر جب افسانے کی جانب ہم دیکھتے ہیں تو یہ ذرا دیر سے داخل ہوا۔ اس بحث سے قطع نظر کہ اردو کا پہلا افسانہ نگار کون ہے؟ اور کب لکھا گیا؟ میں تو اتنا ضرور جانتا ہوں کہ افسانے سب سے پہلے پریم چند کی انگلی پکڑ کر گاؤں کی گلیوں میں چلنا سیکھا تھا۔ پریم چند مولانا حالیؔ نے بہت پہلے اصلاحی شاعری کی داغ بیل ڈالی تھی اسی طرح پریم چند نے بھی سماجی اصلاح کے نقطۂ نظر سے تاریخی اور اصلاحی افسانوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ''سوزِ وطن'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس میں تین کہانیاں، دنیا کا انمول رتن، یہی ہے میرا وطن، اور عشق دنیا اور حبّ وطن، آزادی کی تڑپ اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار نظر آتی ہیں۔ ہر چند یہ کہانیاں ہمیں ہیئت، اسلوب اور تکنیک کی بنیاد پر بہت معیاری نہ معلوم ہوتی ہوں مگر ان میں پوشیدہ جذبے کی صداقت اور حصولِ آزادی کی والہانہ تڑپ انھیں ایک تاریخی اعتبار سے ضرور بخشتی ہیں۔ بحیثیت ادیب پریم چند کا بھی ان سب سے متاثر ہونا فطری امر تھا۔ '' سوزِ وطن'' کی اشاعت کو دراصل جنگِ آزادی میں پریم چند کی راست شرکت سے تعبیر کرنا چاہیے۔ ان میں شامل افسانوں کو ایک طرف امرت رائے نے درد کی ایک چیخ کہا تو دوسری جانب فراقؔ گورکھپوری نے انھیں '' ایک ٹینک کو اُکھاڑنے کے ایک چھوٹے سے بم'' سے تعبیر کیا۔

خود پریم چند نے اس کے

دیباچے میں لکھا:

> ” اب ہندوستان کے قومی خیالات نے بلوغیت کے زینے پر ایک قدم اور بڑھادیا ہے۔ اور حبّ وطن کے جذبات لوگوں کے دلوں میں سر ابھارنے لگے ہیں، کیوں کر ممکن تھا کہ اس کا اثر ہمارے ادب پر نہ پڑتا۔ یہ چند کہانیاں اس کا آغاز ہیں۔ ہمارے ملک کو ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے جو نئی نسل کے جگر پر حبّ وطن کی عظمت کا نقشہ جمائیں۔“

ویسے تو ہم سوزِ وطن کی کہانیوں میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل کرنے والی کہانی” دنیا کے انمول رتن“ ہے۔ یہ کہانی اس زمانے کے مقبول عام اسلوب یعنی داستانوی انداز میں لکھی گئی ہے۔ جس میں جو شے بیش بہا ہے” وہ آخری قطرہ خوں ہے جو وطن کی حفاظت میں گرے“ یہ کہانی اس عہد کے تناظر میں ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلآخر ” سوزِ وطن“ پر باغیانہ خیالات کا الزام عائد کر دیا جاتا ہے۔ پریم چند اب تک نواب رائے کے نام سے لکھا کرتے تھے۔ ان پر پابندی لگادی جاتی ہے۔ دیانرائن نگم کے مشورے سے وہ اپنا قلمی نام پریم چند اختیار کر لتے ہیں۔

پریم چند کے افسانوں کا سفر پورے شباب پر تھا کہ ۱۹۳۲ء میں انگارے کی اشاعت نے اردو افسانوی ادب میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اس میں اس عہد کے باغی ادیبوں سجاد ظہیر، احمد علی، رشید جہاں اور محمود الظفر کی دس کہانیاں شامل تھیں۔ اب پریم چند کے ساتھ افسانہ نگاروں کا پورا قافلہ شریک سفر ہو جاتا ہے۔ البتہ یہاں پریم چند کا ذکر نسبتاً تفصیل سے اس لئے کیا جارہا کہ اس عہد میں پریم چند ہی ایسے افسانہ نگار تھے جو سیاسی اور معاشرتی تصور کا آئینہ بن کر رہ گئے ہیں۔ مولانا عبد الماجد دریابادی ایک جگہ لکھتے ہیں۔

> ” ہندوستان میں تحریکِ وطنیت کی تاریخ، مورخ کا قلم جب آج سے سوپچاس برس بعد لکھے گا تو اس میں اس تیس بتیس برس کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے جہاں گاندھی جی، موتی لال نہرو، جواہر لال نہرو اور مولانا ابو لکلام آزاد کی تقریریں اور تحریریں پڑھنی لازمی ہو گی، وہاں پریم چند کے افسانے بھی ناگزیر ہوں گے۔“

تحریک آزادی میں جہاں شاعری، افسانہ نے نمایاں کردار نبھایا وہی ناول اور ڈرامہ اس میں پیش پیش رہے۔ اس تحریک کے متعلق بہت سے ناول لکھے گئے ان میں بھی اس عہد کی تمام سیاسی ہلچل ہی دکھائی دیتی ہیں۔ انگریزوں کے ظلم وستم سے نجات کے طلبگار نظر آتے ہیں۔ ایسے ناولوں میں چوگانِ ہستی، آنگن، گوشہ عافیت، نئی نسلیں، لہو کے پھول وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔

اردو کے ڈراموں نے بھی آزادی کی آگ کو اور بھڑکایا ان کی کاوشوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ بعض ڈرامے تو بڑی بے باکی والے انداز میں پیش کئے گئے۔ ایسے ڈراموں میں " یہ کس کا خون ہے؟" (سردار جعفری) "آزادی" (ابوسعید) وغیرہ ہیں۔ اردو صحافت کہاں پیچھے رہنے والی تھی، اس نے اس تحریک کو چار چاند لگا دئیں۔ ہندوستانیوں کے خون کو گرم رکھنے کا کام اردو صحافت نے کیا اگر ایسا کہاں جائے تو غلط نہ ہو گا۔ چاہئے پھر حسرت کا اردوئے معلی ہو، محمد علی جوہر کا ہمدرد اور کامریڈ، مولانا آزاد کے الہلال، ظفر علی کا زمیندار ان تمام نے تحریک آزادی کی چنگاری اور بھڑتے ہوئے شعلہ بنا دیا تھا۔

ان تمام حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریک آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں اردو زبان و ادب نے جو گراں قدر خدمات انجام دی اسے کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ یہ چند مثالیں کافی ہیں یہ بتانے کیلئے کہ اردو کے ادیبوں اور شاعروں نے اس جنگ آزادی میں عملی طور پر شرکت کی اور اپنے سے اور اپنے قلم سے سوئے ہوئے ہندوستانیوں کو جگانے کی بھرپور کوشش کی، اردو ادب کے بالا ستیعاب مطالعے سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ اس ادب میں اس عہد کی پوری تاریخ موجود ہے جسے اب تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی کہ ان بنیادی حوالوں کو استعمال کر کے تاریخ کی ان غلطیوں کو درست کیا جائے تا کہ وہ وطن کے جانباز جنہوں نے اپنی جان و مال کی قربانی پیش کی ہے ان کا نام تو نئی نسل جان سکے۔

اپنی تحریر کو ڈاکٹر مہتاب عالم صاحب کے اس قطعہ پر ختم کرتا ہوں

زمیں میری ہے آسماں میرا ہے　　　محبتوں کا یہ سارا جہاں میرا ہے
قدم قدم پہ وفائیں میری صدائے دیگی　　　لہو پکارے گا یہ ہندوستاں میرا ہے

قمر اقبال کا ایک شعر

خودی کی خاطر نہ زمانے کے لیے زندہ ہوں　　　قرض مٹی کا چکانے کے لیے زندہ ہوں

حضرت امیر خسرو بھی پکار اُٹھے تھے

گر فردوس بر روئے زمیں است　　　ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

آئے! ہم ایک مضبوط اور ہمارے اسلاف کے خوابوں کا ہندوستان بنانے میں ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ آگے بڑھیں۔۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal   Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal   Impact Factor 4.94   ISSN No. 2456-1665

مستفاد و ماخذ:

محاربۂ عظیم	ازپنڈت کنہیالال (ماخوذ از ہندوستان کی جنگ آزادی اور اردو شاعری)
سوز وطن	منشی پریم چند
تنقید اُردو زبان و ادب	گوپی چند نارنگ
اُردو ادب کی تاریخ	عظیم الحق جنیدی

From :

Dr. Qureshi Ateeque Ahmed Abdul Quddus

Asso. Prof. & Head of Urdu Departmen

NKSPT's Arts, Science & Commerce College

Badnapur Dist. Jalna (M.S.

Mob. No. 942376159

e-mail ID : ateeqahmedhnl@gmail.com